اے حبیبِ مولوی معنوی
گشتۂ مفتاحِ بابِ مثنوی

صاحبِ حل القرآن مفتاح مثنوی جامع فضائل علمیہ وعملیہ

مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی

محقق معتمد و معاونِ خصوصی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

حسبِ ایماء

رہنمائے حق حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ
صدر مفتی مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور و مفتی شہر آگرہ

جمع و ترتیب
سید حذیفہ نجم تھانوی

مرکز معارف حکیم الامت (بیت اشرف)
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون (شاملی) یوپی

اے حبیبِ مولوی معنوی
گشتۂ مفتاحِ بابِ مثنوی

صاحبِ حل القرآن مفتاح مثنوی جامع فضائل علمیہ وعملیہ

مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی

محقق معتمد معاون خصوصی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

حسب ایماء

رہنمائے حق حضرت مولانا مفتی عبد القدوس خبیب رومی مد ظلہ
صدر مفتی مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور و مفتی شہر آگرہ

جمع و ترتیب

سید حذیفہ نجم تھانوی

شعبہ نشر واشاعت

مرکز معارف حکیم الامت (بیت اشرف)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع شاملی، یوپی

تفصیلات

نام کتاب ← مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی

جمع وترتیب ← سید حذیفہ نجم تھانوی

سنِ اشاعت ← ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۴ء

سیٹنگ ← محمد محسن دیوبند: 9045237896 - 8057239323

ناشر ← مرکز معارف حکیم الامت (بیت اشرف) تھانہ بھون شاملی

زیرِ اہتمام ← مولانا اشرف علی تھانوی فاؤنڈیشن

رابطہ ← 9568780000 - 9675780000

ملنے کے پتے

- ادارۂ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون شاملی 9927031090
- کتب خانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارنپور 9927164925
- مکتبہ مدنیہ دیوبند 9897915323
- گلزار رومی میاں نظیر پارک تاج گنج آگرہ 9412002109

HAKEEMUL UMMAT ACADEMY

Khanqah Ashrafiya Thana Bhawan 247777

Distt. Shamli, U.P.

email: hakeemulummatacademy@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صاحبِ حل القرآن مفتاحِ مثنوی جامع فضائلِ علمیہ وعملیہ

مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ

محقق معتمد، معاونِ خصوصی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

سیّد حذیفہ نجم تھانوی

یا حبیب المولوي المعنوي
صِرتَ مفتاحاً لباب المثنوي

مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ کا تعلق سرزمینِ کیرانہ ضلع مظفرنگر (شاملی) سے ہے، کیرانہ آپ کا جائے ولادت ہے، والد ماجد کا نام شیخ عبدالحلیم ہے، متعدد مدارس میں موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کی، پھر ۱۷رشوال ۱۳۱۸ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور میں داخلہ لیا، شرح وقایہ، مختصر المعانی، سلم العلوم، ملاحسن، میبذی، ہدایہ اوّلین، مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں کبارِ اساتذہ سے پڑھیں، شعبان ۱۳۲۱ھ تک زیرِ تعلیم رہ کر امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے اور سندِ فراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد اخیر حیات تک علمی مشاغل میں مصروف رہے، متعدد مدارس میں علمی خدمات انجام دیں، مدرسہ یوسفیہ مینڈھو (ضلع علی گڑھ) میں صدر مدرس رہے۔ جامع العلوم کانپور میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایماء پر صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، ۱۳۳۴ھ میں مدرسہ امدادالعلوم خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ میں قیام پذیر ہوئے، حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گزارا۔

مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ نہایت ذی استعداد، ذہین وفطین اور وسیع المطالعہ، عمیق النظر، فقیہ النفس، محقق العصر تھے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ان کے ہم عصر تھے؛ چناں چہ حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومیؔ صاحب رحمہ اللہ (سابق مفتی شہر آگرہ) اپنی آخری یادداشت ''یادوں کے چراغ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ جتنے وسیع النظر اور جتنی قوتِ حفظ کے مالک تھے، محققِ کیرانویؒ اتنے ہی عمیق النظر، فقیہ النفس قسم کے آدمی تھے''۔

مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی رحمہ اللہ کے علم وفضل کے لیے یہی بات کافی ہے کہ مجددِ وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی جملہ تصنیفات اور تالیفات خصوصاً عقائد وکلام، تفسیر وحدیث، فقہ وفتاویٰ اور تصوّف وتاریخ سے متعلق نقد ونظر؛ نیز اپنی تصنیفات کی تصحیح ومراجعت کے لیے مولوی کیرانویؒ کو باقاعدہ مشاہرہ پر مقرر و مامور فرمایا تھا۔ آپ حضرت تھانویؒ کے مدرسہ وخانقاہ میں سرفہرست محقق اور اُن کے علمی کاموں میں معاونِ خصوصی تھے۔ حضرت تھانویؒ آپ سے علمی نکات پر تبادلۂ خیال فرماتے اور آپ کی رائے ومشورہ کو ترجیح دیتے، آپ نے حوادث الفتاویٰ، ترجیح الراجح، بہشتی زیور، تفسیر بیان القرآن اور امداد الفتاویٰ پر حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ایماء پر نظر ثانی کی، بہت سے اضافے کیے، اصلاحات کیں، ضمیمے اور تتمے لکھے؛ نیز ۱۳۳۴ھ میں آپ نے مولانا تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن پر حواشی لکھے، ۱۳۶۱ھ تک کئی اہم موضوعات پر مولانا حبیب احمد صاحبؒ کے مضامین مختلف رسالوں میں شائع ہوتے رہے۔

مضامین وتصنیفات

مودودی صاحب کی کتاب ''حقوق الزوجین'' پر آپ کا تنقیدی مضمون ہفت روزہ

''صدقِ جدید'' لکھنؤ میں قسط وار شائع ہوا۔ اِسی طرح آپ کا ایک مضمون ''صغرسنی کی شادی اور شریعتِ اسلام'' متعدد طویل اقساط میں شائع ہوا۔

''تنبیہ نافع'' شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے متعلق اخبار ''مہاجر'' دیوبند میں شائع ہونے والے ایک طویل مضمون کا یہ مفصل جواب ہے۔ ان دو حضرات کے خطوط جو طرفین کے نام ہیں، وہ بھی اس کتاب میں شامل ہیں، یہ کتاب ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

''کلام الملوک'' یہ عربی ادب پر ایک وقیع اور بلند پایہ کتاب ہے، اس میں حضراتِ صحابہؓ کا کلام، اُن کے اشعار جمع کیے گئے ہیں اور حاشیہ پر ان کا اردو ترجمہ ولغوی حل لکھا گیا ہے۔

اسی طرح **''ارشاد المسلمین اِلٰی مصالح الدنیا والدین''** بھی آپ کا تحریر کردہ ایک جامع رسالہ ہے۔

مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ نے ''اعلاء السنن'' پر ایک طویل مقدمہ بعنوان ''فوائد فی علم الفقہ'' بھی تحریر کیا ہے؛ نیز انھوں نے ''الدین القیم'' کے عنوان سے علامہ ابن القیم کی تقلید کے موضوع پر تردید بھی لکھی ہے۔

شیعوں اور قادیانیوں کے رَد میں بھی دو کتابیں حضرتؒ کے قلم سے ہیں، چھوٹے چھوٹے کئی رسالے بھی اہم مسائل پر لکھے ہیں۔

تفسیر حل القرآن

تفسیر حل القرآن مولوی حبیب احمد علوی صاحب کیرانوی رحمہ اللہ کی نہایت جامع و مانع تفسیر ہے، اپنے اندر خاص ذوق اور جداگانہ علوم ومعارف رکھتی ہے، اردو زبان میں ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی فرمائش پر تحریر کی گئی تھی، اس میں روافض، نیاچرہ، اہلِ بدعت کے افکار کی قاعدے سے خبر لی گئی ہے، مختصر یہ ہے کہ ادیانِ باطلہ کے رد میں اس کا ایک خاص مقام ہے۔ اس کا مقدمہ بطورِ خاص قابلِ دید و یادگار ہے۔

یہ تفسیر ۱۶۵۰رصفحات پر مشتمل ہے۔ یہ سب سے پہلے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون سے شائع ہوئی تھی، اس کے ایک عرصہ کے بعد دیوبند کے ایک مکتبہ سے، پھر ایک عرصہ پہلے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے عمدہ طباعت کے ساتھ شائع ہو چکی ہے، اس تفسیر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کو حرفاً حرفاً دیکھا اور پڑھا ہے اور مکمل نظرِ ثانی فرما کر اس کی صحت وقبولیت کو دوچند کر دیا ہے۔ یہاں حضرت تھانویؒ کے الفاظ من وعن نقل کیے جاتے ہیں جو حضرت نے ''تفسیر حل القرآن'' کے شروع میں تحریر فرمائے ہیں، جس کی ہر سطر سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی پسندیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کو اوّل تا آخر دیکھنے کے بعد مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی کے لیے ''جامع فضائل علمیہ وعملیہ مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی سلّمہٗ اللہ'' جیسے وقیع الفاظ تحریر فرمائے ہیں، جس سے آپ کی علمی شخصیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

﴿تقریظ﴾

از قلم

حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلاة

احقر مظہر مدعا ہے کہ میں نے اس تفسیر مسمّٰی بہ ''حل القرآن'' مؤلف مشفق مکرم جامع فضائل علمیہ وعملیہ مولوی حبیب احمد صاحب علوی کیرانوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو شروع سے ختم تک حرفاً حرفاً دیکھا ہے، جو خصوصیات تفسیر کی میرے ذہن میں ہیں ان کو لکھتا ہوں:

(۱) ترجمہ سلیس وشگفتہ ہے، جس میں لغت ومحاورہ کی کافی رعایت ہے۔ زبان نہ بازاری ومبتذل ہے، نہ محض کتابی۔

(۲) تفسیر نہ اتنی مختصر ہے کہ مقصود میں مخل ہو، نہ ایسی طویل کہ ناظرین کے لیے مُمِل ہو (اُکتا دینے والی)۔

(۳) تفسیر کی تقریر ایسے انداز سے کی گئی ہے کہ اس سے اجزاءِ قرآنیہ میں نہایت لطیف ارتباط بھی ظاہر ہو گیا۔

(۴) طلبہ کے لیے اکثر ترکیب وتقدیر کی طرف مواقعِ ضرورت میں اشارہ ہے؛ مگر چوں کہ زیادہ تر مقصود اس تفسیر سے عوام کا افادہ تھا؛ اس لیے اس کا التزام نہیں کیا گیا۔

(۵) کہیں کہیں مجھ کو اختلاف بھی ہوا جس میں بعد کو اتفاق ہو گیا؛ مگر اس اتفاق کی مختلف صورتیں ہیں، بعض مقامات پر بعد بحث مترجم کو میری رائے پر اور بعض جگہ مجھ کو مترجم کی رائے پر شرح صدر ہو گیا اور اکثر مقامات ایسے ہی ہیں اور بعض جگہ دونوں اپنی رائے پر رہے، سو کہیں تو اُس کی طرف حاشیہ میں اشارہ کر دیا گیا ہے اور بعض جگہ میں نے اس لیے سکوت کر لیا کہ میرے پاس بجز ذوق کے کوئی نقل صالح للحجۃ نہ تھی، نہ عربیت میں میری نظر وسیع ہے۔

(۶) بعض جگہ میرے حواشی ملیں گے جن سے میرا جوشِ وجد ظاہر ہوگا جو غایت استحسان سے ناشی ہوا۔

(۷) مترجم نے بعض مسائل میں دوسرے مجتہدین کے قول کو ترجیح دی ہے؛ مگر اس کو جزوِ تفسیر نہیں بنایا، حاشیہ میں ظاہر کر دیا ہے۔

(۸) بعض توجیہات میں مترجم منفرد ہیں؛ مگر چونکہ قواعد عربیہ شرعیہ سے خروج نہیں کیا؛ اس لیے اس پر نکیر نہیں ہو سکتی اور غالباً اس سے کوئی صاحب علم خالی نہیں۔

(۹) بعض فرقِ باطلہ کے تمسکات کا موقعِ حاجت میں جواب بھی دیا گیا ہے اور جواب بھی بہت دل پذیر۔

(۱۰) قصص اور اسبابِ نزول کے استقصاء کا اہتمام نہیں کیا گیا، جس جگہ مقصودِ قرآنی اس پر موقوف نہ تھا۔

یہ مختصر نمونہ ہے خصوصیات کا، باقی مطالعہ سے جو خصوصیات مشاہد ہوں گی وہ ان کے علاوہ ہیں، میری رائے میں عوام وخواص سب کے لیے یہ تفسیر تمام ان ضروریات کے اعتبار سے مفید ہے جو اِس وقت حاضر ہیں۔ قیمت بھی ارزاں ہے، خریدنے سے دریغ نہ کیا جائے۔ والسلام

کتبہ: اشرف علی التھانوی الحنفی فی تھانہ بھون
لعشرین من صفر ۱۳۴۶ھ

(حلّ القرآن)

درسِ مثنوی میں شرکت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جب میں نے دفتر اوّل کی شرح پوری کر دی اس کے بعد کئی سال تک ہمت پَست رہی، پھر احباب کی طرف سے بھی اصرار ہوا، کچھ آمادگی ہوئی؛ لیکن یہ امید نہ ہوئی کہ میں اس کو پورا کر سکوں گا؛ اس لیے خیال ہوا کہ کچھ اور لکھ دیا جاوے اور میں نے حاجی صاحبؒ سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار بہت ہیں؛ اس لیے خیال ہوا کہ دفتر ششم کی شرح بھی ہو جاوے تو اچھا ہے، اس بنا پر میں نے دفتر ششم کی شرح شروع کی۔

جب بندہ کلیدِ مثنوی دفتر اوّل و ششم کے لکھنے سے فارغ ہوا، بقیہ دفاتر کی شرح کی ہمت اپنے اندر نہ پائی، بعض احباب صدق نے جب اس میں زیادہ اصرار کیا تو بندہ نے ایک صورت سے اس کا وعدہ کیا کہ مجھ سے کوئی صاحب پڑھ لیں اور میری تقریر منضبط کر لیں؛ چناں چہ بعد مشورہ اس کا انتظام اس طرح ہوا کہ میں بیان کرتا تھا اور برخوردار شبیر علی برادرزادۂ بندہ بالالتزام اور مشفقم مولوی حبیب احمد کیرانوی بدوں وعدۂ التزام اس کو روزانہ لکھ لیتے تھے، ضرورت کے مواقع پر میں نے بھی دیکھ لینے کا وعدہ کر لیا تھا؛ چناں چہ جن مواقع پر مجھ سے

دیکھنے کی درخواست کی گئی میں نے دیکھا بھی، برخوردارِ مذکور کی تحریر عام ناظرین کے لیے زیادہ مفید ہے اور مشفقِ موصوف کی تحریر اہلِ علم کے لیے زیادہ نافع ہے"۔

مولوی حبیب احمد علوی صاحبؒ کو مثنوی سے مناسبت

"اس کے بعد بعض عوارض کی وجہ سے اس کے درس کا سلسلہ موقوف ہوگیا؛ مگر اس کی تحریر موقوف نہیں ہوئی، یعنی میں نے مولوی حبیب احمد کیرانوی کو- بوجہ اس کے کہ میرے خیال میں ماشاء اللہ ان کو مثنوی سے پوری مناسبت تھی- اجازت دے دی کہ تم خود لکھ لو اور جو مقام حل نہ ہو یا جہاں کہیں کوئی شبہ ہو مجھ سے پوچھ لو، نصف ثانی دفتر رابع، ربع ثانی وثالث ورابع دفتر خامس کی شرح اس طرح تمام ہوئی۔ غرض چار دفتر تو یوں تمام ہوئے اور دو دفتر میں خود لکھ چکا تھا؛ اس لیے اب بفضلہ تعالیٰ پوری مثنوی کی شرح ہوگئی؛ چناں چہ دفتر ثالث نصف اوّل، دفتر خامس کی شرح اِس طرح تحریر مولوی حبیب احمد و مولوی شبیر علی تمام ہوگئی۔ حق تعالیٰ سے دعائے تسہیل اختتام سب کام کرنے والوں کے لیے کرتا ہوں، فقط"۔

اشرف علی

نصف محرم ۱۳۳۴ھ

نوٹ: دونوں عزیزوں کی شرح پوری ہونے کے بعد دونوں کے جمع کرنے کی یہ صورت قرار دی گئی کہ اوّل جلی قلم سے عنوان شرحِ حبیبی قائم کر کے مولوی حبیب احمد صاحب کی شرح کو چند اشعار کے متعلق لکھا، پھر شرحِ شبیری کا عنوان قائم کر کے ان ہی اشعار کی شرح کو لکھا، پھر آئندہ اشعار کی شرح کو اسی طرح دونوں عنوان قائم کر کے علی التعاقب لکھا ہے۔ وہٰکذا الی انتہاء الدفتر اور مجموعہ کا نام کلیدِ مثنوی دفتر دوم مثلاً رکھا گیا، فقط"۔

اشرف علی رجب ۱۳۳۴ھ

(کلیدِ مثنوی: ج/ ۲۴)

تمہید کلیدِ مثنوی

بعد حمد ایزد و نعت نبیؐ ❖ عرض دارد احقر اشرف علی
اوّل و سادس کلید مثنوی ❖ چون نوشتم از فیوض مولویؒ
در دفاتر باقیہ ہمت ندید ❖ لاجرم از شرحِ او تن در کشید
لیک از اصرارِ بعض احبابِ صدق ❖ کہ بدند از فضلِ حق اصحابِ صدق
طرز دیگر سہل کردم اختیار ❖ کز زباں تقریر سازم درس وار
دیگراں ضبطش کنند اندر قلم ❖ بس ہمیں ساں شد شروع اندر رقم
آں چناں کہ مثنوی چوں در بہشت ❖ مولوی گفت وحسام الدیں نوشت
ہم چنیں ایں نقشِ پاک از نقش زشت ❖ بندہ می گفتہ وشبیرش نوشت
جذبِ ذوق وشوقِ شبیر علی ❖ می کشد جان را بشرح مثنوی
جذبِ ذوق وشوقِ انعام اللہ ❖ سوئے شرحِ مثنوی بنمود راہ
جذبِ ذوق وشوقِ آں احمد حسن ❖ داد شرحِ مثنوی را جان وتن
جذبِ ذوق وشوقِ احمد با حبیب ❖ یافت از احمد حسن جلوہ وقوع
مثنوی را می کند شرحِ غریب ❖ نیز عزمم بعد فترت شد رجوع
گشت از شبیر در رقمش شروع ❖ کرد انعام اللہ سامانِ شیوع
ہم حبیبم دونِ وعدِ التزام ❖ حاشیہ بنگاشت دربعضے مقام
احد وانعام وشبیر وحبیب ❖ از شما شد بدء این حل عجیب
چوں کشیدم ازیں رہ ز ابتدا ❖ ہم بریدم از دعا تا انتہا
تیمہ از ماہ محرم رفتہ بود ❖ کہ بہ جنبش آمد ایں دریائے جود
یک ہزار وسہ صد وسی وچہار ❖ بود سال ہجرت خیر الخیار
یا معید ومُبدیٔ ہر انتظام ❖ ما ہمہ را بخش توفیقِ ختام
طالباں را ہم بدہ زو نفعِ تام ❖ ختم شد تمہید باقی والسلام

﴿وعظ﴾

شکر المثنوی

وضاحت: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا یہ وعظ اپنے نام سے واضح ہے، جو حضرتؒ نے تکمیل شرح مثنوی پر شکرِ خداوند کے طور پر ارشاد فرمایا۔

بتقریب اختتام کتاب شرحِ مثنوی (بتاریخ ۴؍شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ) مدرسہ امداد العلوم میں جس کو مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی نے ضبط کیا۔

اس وعظ کے بعض اقتباسات یہاں پر نقل کیے جاتے ہیں۔

(کلیدِ مثنوی: ج ۲۳-۲۴، ص ۵۹۹)

وعظ کا نام ''شکر المثنوی'' تجویز فرمانا

''اس لیے میں اس وعظ کا نام شکر المثنوی رکھتا ہوں اور حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ مثنوی کے سبق کے بعد یہ دعا کیا کرو کہ: ''اے اللہ! جو کچھ اس میں ہے، ہمیں بھی نصیب ہو''۔ سبحان اللہ! کیسی مختصر اور جامع دعا ہے اور ایک دفعہ اس دعا کے بعد فرمایا تھا کہ ''جو لوگ اس وقت موجود ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ سب کو ایک ذرۂ محبت عطا ہوگا''، آپ نے تو یہ بشارت دی تھی کہ جتنے لوگ اس جلسہ میں شریک ہیں سب کو اس میں سے حصہ ملے گا، ہم بشارت کے قابل نہیں، ہاں ہم کو حق سبحانہٗ کے فضل سے امید ہے کہ جتنے اس جلسہ میں شریک ہیں ان کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے حصہ ملے گا۔

چھوٹی اور بڑی ہر نعمت پر اظہارِ شکر کی ضرورت

مگر ہمیں اس پر ناز نہ ہونا چاہیے؛ کیوں کہ حق سبحانہٗ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲﴾

''یعنی حق سبحانہٗ جس چھوٹی یا بڑی نعمت کو کھول دیں اُس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دیں اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالبِ مطلق اور حکیم مطلق ہے''

نیز فرماتے ہیں:

﴿مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾

''یعنی جو نعمت تم کو ملی وہ حق سبحانہٗ کی طرف سے ہے''

اِن نصوص میں تصریح ہے کہ ہر نعمت خواہ علم ہو یا کچھ اور، اُس کے اختیار میں ہے اور بدوں اس کے دیے کسی کو نہیں مل سکتی، پس بجائے اس کے ناز کیا جاوے، ہم کو حق سبحانہٗ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہم پر انعام کیا اور ہم سے یہ خدمت لی، ہم کو ناز کا کیا حق ہوسکتا ہے جب کہ خود حضور ﷺ کے لیے ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾۔

کلیدِ مثنوی کی تکمیل پر جلسہ کا انعقاد

''چوں کہ حق سبحانہٗ کا ایک بہت بڑا انعام اور احسان تھا؛ اس لیے جی چاہا کہ اس کے ادائے شکر کے لیے بے تکلف واہتمامِ خاص ایک جلسہ کیا جاوے، جس میں حق سبحانہٗ کی اس نعمت کو ظاہر کیا جاوے؛ کیوں کہ اظہارِ نعمت بھی شکر ہے، اگر بہ نیت تفاخر نہ ہو؛ چوں کہ بعض وہ احباب موجود نہ تھے، جن کے شریک کرنے کو جی چاہتا تھا؛ اس لیے اس میں ذرا تاخیر ہوگئی، آج وہ بھی اتفاقاً آ گئے اور احبابِ غیر متوقع بھی آ گئے؛ اس لیے خیال ہوا کہ یہ کام آج ہی ہو جاوے تو اچھا ہے؛ اس لیے یہ مختصر اور بے تکلف جلسہ منعقد کیا گیا، گو شرحِ مثنوی کا کام ہمارے کئی کے ہاتھوں انجام پایا جائے''۔

شارحینِ مثنوی کی شکر گزاری اور انھیں ہدیہ سے نوازنا

''پس ہم کو خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ مضمون تو حق سبحانہ کے شکر سے متعلق تھا، اب میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے: ''مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰہ'' اس لیے مجھے شارحین کی شکر گزاری کی بھی ضرورت ہے؛ کیوں کہ ان سے مجھے اس مقصد میں مدد ملی ہے سو ایک تو اِن کی شکر گزاری کی یہی صورت ہے کہ ان کی ثنا کے ساتھ ذکر ہو رہا ہے اور دوسری صورت ان کی شکر گزاری کی یہ ہے کہ میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ ان پر حق تعالیٰ اپنی رحمت فرما دیں اور ان کو تقویٰ حقیقی نصیب فرمائیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لیے کوئی ہدیہ تجویز کروں، سو مولوی شبیر علی تو میرے مثل جزو کے ہیں، ان کے لیے کوئی ہدیہ تجویز کرنا تو خود اپنے لیے تجویز کرنا ہے اور مولوی حبیب احمد میرے دوست ہیں، گو وہ بھی میرے لیے من وجہٍ جزو ہی کے مثل ہیں؛ مگر پھر بھی دونوں میں بہت فرق ہے؛ اس لیے میں ہدیہ رسمِ صالحہ کے طور پر صرف مولوی حبیب احمد کے لیے تجویز کرتا ہوں۔ اس تفریق کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''لَوْكَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ'' اور یہ نہیں فرمایا ''کَانَ بَکْرٌ''۔

''اس کی وجہ استاذی علیہ الرحمہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بوجہِ شدتِ تعلق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملحق برسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حکماً بعد کے مضاف الیہ میں داخل ہیں، گو حیثیاتِ الحاق دونوں واقعوں میں جداگانہ ہیں؛ مگر اس سے اصل مقصود پر اثر نہیں پڑتا''۔

''دوسری وجہِ فرق یہ ہے (یہ ہنس کر فرمایا) کہ: مولوی حبیب احمد نے شرح کو پورا کیا ہے، مولوی شبیر علی نے پورا نہیں کیا، اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جو بات محبت

سے ہو، وہ خود بھی محبوب ہوتی ہے، خواہ فعل ہو خواہ ترک ہو؛ کیوں کہ کبھی فعل مؤدی ہوتا ہے معنی کے اور کبھی ترک'' (مؤدی ہوتا ہے معنیٰ کے)۔

مولوی حبیب احمد علوی صاحبؒ کو مفتاحِ مثنوی کے لقب سے نوازنا

''خیر جو تحفہ میں نے مولوی حبیب احمد کے لیے تجویز کیا ہے وہ اب میں پیش کرتا ہوں برگ سبز ست تحفہ درویش، اس تحفہ کو حقیر نہ سمجھیے یہ میری ٹوپی ہے، جس میں یہ شعر لکھا ہوا ہے:

گشتۂ مفتاحِ بابِ مثنوی ❖ اے حبیبِ مولویٔ معنوی

اس میں لفظِ حبیب مضاف ہے؛ مگر بشکل موصوف اس کو عربی میں یوں پڑھا جا سکتا:

یـا حبیـب المولـوي المعنـوي

صـرتَ مفتاحاً لبـاب المثنـوي

میں نے اس پر ۱۳۳۶ھ بھی یادداشت کے لیے لکھ دیا ہے اور میں مولوی حبیب احمد کو مفتاح المثنوی کا لقب دیتا ہوں اور صلاحِ اعمال کی دعا کرتا ہوں (اس کے بعد اتمامِ ذرّہ نوازی کے لیے اس نااہل کو اپنے دست مبارک سے ٹوپی اُڑھا دی۔ حبیب احمد)

میں شارحین کو حق سبحانہٗ کا ارشاد: ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ﴾ پھر یاد دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ اس پر ناز نہ کریں؛ بلکہ خدا کا شکر ادا کریں؛ کیوں کہ یہ اُن کا انعام ہے جو اِن پر کھولا گیا ہے، اگر وہ بند کر لیتے تو پھر اس کا کوئی کھولنے والا نہ تھا''۔

کلیدِ مثنوی کی تکمیل پر تقسیم مٹھائی

''اس جلسہ میں تقسیم کے لیے مٹھائی بھی منگائی گئی جو تقسیم ہونے والی ہے، جو لوگ اس تقسیم میں ایسے ہیں جن کو مٹھائی دینے سے ثواب ملے اے اللہ! اس کا ثواب حضرت مولانا رومیؒ کو پہنچے۔ یہ فاتحۂ مروجہ نہیں ہے؛ کیوں کہ اِس میں اور فاتحۂ مروجہ میں بہت فرق

ہے۔ اہلِ بدعت کی شیرینی وغیرہ اُن کے آگے ہوتی ہے ہماری مٹھائی بائیں طرف رکھی ہے، وہ کسی شئے پر فاتحہ دے کر خود ہی کھا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شئے کا ثواب مُردہ کو پہنچ جاوے گا، ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے''۔ (کلیدِ مثنوی)

''ایک عورت کا قصہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز پکاتی تو اس کو چند پیالوں میں اُتارتی اور کہتی کہ یہ فلانے کے نام کا ہے اور یہ فلانے کے نام کا، اس کا ثواب فلانے کو پہنچے اور اس کا فلانے کو کہہ کر خود کھا جاتی، سو ہماری فاتحہ تو ایسی نہیں۔ اہلِ بدعت کے یہاں ثواب کی تین قسمیں ہیں، ایک مستحقین کو دینے کا اور ایک غیر مستحقین کو دینے کا، ایک خود کھانے کا؛ اس لیے ان کے مُردوں کو ثواب بھی کم پہنچتا ہے؛ کیوں کہ جو غیر مستحقین کو دیا گیا ہے اس میں اگر خلوص نہ تھا جو کہ اَغلب ہے؛ کیوں کہ ان کے ایصالِ ثواب میں یا تو رِیا و تفاخر ہوتا ہے یا محض پابندیٔ رسم و تقلیدِ آباء، تو وہ یوں اَکارت گیا۔ اب بتلایئے مُردوں کو کیا پہنچا؟ برخلاف اہلِ حق کے، کہ جب وہ ایصالِ ثواب کریں گے تو اس میں اس کی شرائط کا لحاظ رکھیں گے؛ اس لیے سارا ثواب مُردوں کو پہنچے گا۔ ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے منت مانی تھی، منت کا کھانا جن لوگوں کو کھلایا گیا اُن میں کوئی تحصیل دار تھا، کوئی پیش کار، غرض کہ سب اغنیاء تھے، ایک شخص نے کہا بھائی جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں اس جلسہ میں دیکھ لے، اگر کسی کو ہمارے مولانا کو ثواب پہنچانے پر بھی شبہ ہو کہ وہ تو خود بزرگ ہیں ان کو ثواب پہنچانے سے کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں، ایک فائدہ: تو خود بزرگوں کا ہے، وہ یہ کہ مراتب بلند ہوں گے اور ان کی تقریبِ خداوندی میں اضافہ ہوگا، جس کے وہ ہم سے زیادہ طالب ہیں، دوسرا فائدہ: خود ہمارا ہے کہ ان کے تعلق سے حق سبحانہٗ کو ہم سے تعلق ہوگا؛ کیوں کہ وہ خدا کے دوست ہیں اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔

❑❖❑

اسی سلسلۂ گفتگو میں ایک موقع پر رہنمائے حق حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ: میرے والد صاحبؒ کو زمانۂ طالبِ علمی میں مولانا کیرانویؒ سے علمی وتحقیقی استفادہ کا موقع ملا تھا، میں نے جو کچھ محقق کیرانویؒ کے بارے میں اپنے والد صاحبؒ سے سنا تھا وہ بیان کرتا ہوں۔

(۱) مولوی حبیب احمد علوی محقق کیرانویؒ کی حیثیت مدرسہ امداد العلوم خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں محض امام، واعظ، مدرس ومفتی کی نہیں تھی؛ بلکہ حضرت تھانویؒ کے خواص ہی نہیں اخص الخواص حضراتِ محققین میں سرفہرست تھی۔

(۲) مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی رحمہ اللہ نے مولانا شبیر علی تھانویؒ (برادر زادۂ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ) کے ساتھ مل کر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے کلید مثنوی پڑھی، یہ دونوں حضرات حضرت تھانویؒ کی تقریر اور مثنوی کی تشریح دَورانِ درس اپنی اپنی کاپیوں میں تحریر فرماتے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ درس کے بعد فارغ اوقات میں ایک ہی مجلس میں دونوں کاپیاں ملاحظہ فرماتے، مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ کے تحریر شدہ صفحات پر (للخواص) تحریر فرماتے اور مولانا شبیر علی تھانویؒ کے تحریر شدہ صفحات پر (للعوام) تحریر فرماتے۔

یعنی مولانا شبیر علی تھانویؒ نے جو نوٹ کیا ہے وہ عوام الناس کے لیے ہے اور مولوی حبیب احمد کیرانویؒ نے جو تحریر کیا ہے وہ خواص کے لیے ہے۔

(۳) حضرت شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد تھانویؒ کا ایک مضمون ''الدر المنضود'' میں کشف سے متعلق شائع ہوا تھا، اس پر مولانا کیرانویؒ کا بہت مفصل نقد ہے، بڑا علمی، تحقیقی، تصوف وتفقہ کے ساتھ اس کی اہمیت ہم کو اس سے بھی محسوس ہوئی کہ حضرت تھانویؒ نے اس کو حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ کو بھیجا؛ چناں چہ حضرت شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے پورے اعتراف کے ساتھ اپنی اس تحقیق سے رجوع فرمایا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں ایک رسالہ ''الامداد'' خانقاہ سے نکلتا تھا، وہ مضمون اُس میں بھی شائع ہوا تھا۔

(۴) جب ''اعلاء السنن'' اور ''دلائل القرآن علیٰ مسائل النعمان'' (احکام القرآن) پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اخص الخواص حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہم اللہ نے کام کیا (البتہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ سے متعلقہ کام کو حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ نے مکمل کیا، مجد) اِس موقع پر بھی خاص تحقیق کے لیے حضرت محقق کیرانوی رحمہ اللہ ہی سے رجوع کیا جاتا تھا؛ چنانچہ ''اعلاء السنن'' میں اصل کام تو حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کا ہے؛ مگر اس کا ایک مستقل مقدمہ اور اس کے بعض مباحث حضرت محقق کیرانویؒ کے تحریر کردہ ہیں۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ جیسے ''بیرسٹرایٹ لا آف شافعیہ'' پر رَدوقدح کرنا ہرکس وناکس کے بس کی بات نہیں؛ مگر حضرت محقق کیرانویؒ بیرسٹرایٹ لا آف حنفیہ کی طرف سے نہایت زوردار رَد کیا گیا ہے۔

(۵) حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر بعض بڑے حضرات نے اعتراضات کیے تھے، ان سب کے جوابات بھی حضرت مولانا کیرانویؒ ہی نے دیے ہیں اور جیسے جوابات انھوں نے دیے ہیں ویسے جوابات کوئی دوسرا نہیں دے سکتا ہے اور جوابات بھی کس کو دیے ہیں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور امام اہلِ سنت مولانا عبدالشکور فاروقیؒ کو۔ مولانا کیرانویؒ کے جوابات دیکھ کر ان حضرات کے اعتراضات کی حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے۔

(۶) ''معارفِ شیخ'' میں حضرت گنگوہیؒ کی ''تقریر ترمذی'' پر جو اِشکالات مولانا کیرانویؒ نے کیے ہیں اُن کے جواب میں شیخ الحدیث صاحبؒ نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ مکاتبت اہلِ علم وفہم کے لیے لائقِ مطالعہ ہے۔

(۸) حضرت محقق کیرانویؒ کے مزاج وطبیعت میں جو حدّت وشدّت تھی اس کے بارے میں عبدالماجد دریابادی صاحب نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ایک مفصل شکایت نامہ

تحریر کیا تھا، جس کے جواب میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دریابادی صاحب کو تحریر فرمایا تھا کہ: ''فطری تفاوت کو کون مٹا سکتا ہے؟ ابنِ تیمیہ استاد ہیں، ابنِ قیم شاگرد، استاد گرم، شاگرد نرم، علامہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ: ''من عقلهما علمهما أكبر أكثر''۔

''وہاں ابنِ تیمیہ کا رنگ ہے، فطرۃً بھی اور ان کے مطالعۂ کتب سے بھی، وہ میرے شاگرد بھی نہیں اور نہ مقرب، وہ عنایت کرتے ہیں اور میں رعایت۔ آپ کو شاید اس کا علم نہ ہوا ہو کہ وہ میری تحریرات پر بھی ایسی ہی آزادی سے کلام کرتے ہیں جس میں اگر مضمون صحیح ہوا تو قبول کر کے اپنے قول کو واپس لے لیتا ہوں؛ ورنہ قبول نہیں کرتا؛ لیکن بُرا بھی نہیں مانتا، صرف نیت پر نظر کر کے...... الخ''

دریابادی صاحب نے لکھا کہ: ''ایک آپ کا مزاج ہے اور ایک مولانا کیرانوی کا مزاج ہے''۔ حضرت تھانویؒ نے اس کا جو جواب لکھا وہ ''حکیم الامت-نقوش وتاثرات'' میں چھپا بھی ہے۔ حضرتؒ کے الفاظ بہت جامع اور نہایت مختصر ہوتے ہیں۔ حضرتؒ نے لکھا کہ: ''وہ میرا لحاظ فرماتے ہیں اور مَیں اُن کی رعایت رکھتا ہوں''۔ حضرتؒ نے اپنے جواب میں دو لفظ (لحاظ ورعایت) کے فرمائے ہیں۔ مزید حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ''مولانا کیرانوی نہ تو میرے استاد ہیں اور نہ میں اُن کا شاگرد ہوں''۔ (حکیم الامت نقوش وتأثرات از عبدالماجد دریابادی صاحب: ص/۱۵۵)

(۹) حضرت تھانویؒ کے نزدیک حضرت محقق کیرانویؒ کی اصول وعربیت میں فکر ونظر اور فرقِ ضالہ ومضلہ کے تعاقب میں اُن کی خداداد استعداد مقبول ومسلم تھی۔

یہ معمولی بات نہیں کہ وہ حضرت تھانویؒ کے محقق معتمد اور معاونِ خصوصی تھے۔ مولانا کیرانویؒ امام الفروع فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے مستفیض، محدث فقیہ حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور امیرِ مالٹا شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کے تلمیذ اور امام المعقولات علامہ فضلِ حق خیرآبادیؒ کے خاص مستفید تھے، معقول ومنقول میں ان کی استعداد کے اعتراف میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا اعتراف مولانا کیرانویؒ کے لیے بہت بڑی سند کا درجہ رکھتا ہے۔

(۱۰) حضرت محقق کیرانویؒ علمائے محققین اور محققین میں امتیاز رکھتے ہیں، جنھوں نے رِفض وشیعیت، قادنیت، نیچریت ونیم نیچریت، بدعتِ قدیمہ، خارجیتِ جدیدہ کا باقاعدہ جائزہ لے کر اپنی تفسیر ''حل القرآن'' میں خاص طور پر ذکر فرمایا، اسی طرح سب سے پہلے علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نام نہاد اجتہاد پر اپنے مضمون ''کشف المغالطات'' میں ''صدقِ جدید'' کی آٹھ قسطوں میں اصولی بحث کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ اجتہاد کے لیے جو دو بنیادی شرطیں ہیں، ایک شرط تو یہ کہ مجتہد کو علم دین کے ساتھ تفقہ فی الدین حاصل ہونا چاہیے، دوسری شرط یہ کہ اس میں تفقہ فی الدین کے ساتھ دیانت وامانت بھی ہونی چاہیے، جب کہ مودودی صاحب کے یہاں دعوائے اجتہاد تو موجود ہے؛ مگر شانِ اجتہاد مفقود ہے۔

(۱۱) ایک مرتبہ مولانا قمر الزماں صاحب کار یساتھی (مقیم حال بیت الاذکار الہ آباد) نے احقر سے ذکر فرمایا کہ: ''مولوی حبیب احمد علوی صاحب کیرانویؒ سے ہم بالکل واقف نہیں تھے، آپ کے والد صاحب اور دادا میاں سے ان کی تعریف سنی، پھر ان کی ''حل القرآن'' دیکھنے کا موقع ملا، واقعی بہت عمدہ تفسیر ہے''۔

(۱۲) احقر ''حل القرآن'' کو ''تکملہ بیان القرآن'' کہا کرتا ہے، حضرت مولانا سید محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ نے ''تفسیر بیان القرآن'' کی تسہیل وتلخیص اور تیسیر کی اور مولوی حبیب احمد علوی صاحب کیرانوی رحمہ اللہ نے اس کی تکمیل کی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(۱۳) احقر نے مولانا انعام الرحمٰن صاحب انعامؔ تھانوی مرحوم کی زبانی مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ کا تذکرہ بارہا سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ: ''حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں سب سامعین بالکل خاموش، حلقہ بگوش اور ہمہ تن گوش ہو کر حضرت کی بات سنتے تھے بجز مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ کے، وہ کبھی مجلس کے دَوران اگر کہیں کوئی بات

بولتے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ پوری توجہ کے ساتھ اُن کی بات سنتے۔ ہم نے صرف انھیں کو دَورانِ مجلس کلام کرتے ہوئے دیکھا؛ ورنہ اور کسی کی کیا مجال تھی کہ وہ حضرت سے اس طرح درمیان میں بات کرتا؛ مگر حضرت تھانویؒ بھی چوں کہ مولانا کیرانویؒ کی خداداد استعداد سے خوب واقف تھے‘‘۔

(۱۴) حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کتب ورسائل میں تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف اور تاریخ سے متعلق ترجیح الراجح کے زیرِ عنوان جو رُجوع واعتراف ہیں وہ تحقیقات اکثر وبیشتر محقق کیرانوی رحمہ اللہ کی رہینِ منت ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کیرانوی کا نقد وانتقاد خالص علمی وتحقیقی بنیادوں پر مبنی ہوتا تھا، جس سے حفاظتِ دین مقصود ہوتی تھی۔

(۱۵) مولانا کیرانوی رحمہ اللہ صاحبِ قلم، ادیب، مفسر ومحدث، فقیہ ومتصوف، متکلم ومناظر، محقق ومدقق، متصلب ومتقن مزاج کے آدمی تھے، افسوس ہے کہ مولانا رحمہ اللہ کا کوئی باقاعدہ سوانحی تذکرہ اب تک ہندوستان میں شائع نہیں ہوا۔ حضرت مولانا کیرانوی رحمہ اللہ کے حقیقی بھتیجے جناب محترم توفیق احمد صاحب علوی کیرانوی مرحوم کے توسط سے جو تحریرات، واقعات اور حالات میسر آسکے اُن کی روشنی میں مولانا نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی (ڈائریکٹر مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ، مظفرنگر) اور مولوی محمد شاہد صاحب سہارن پوری مرحوم (سابق امینِ عام جامعہ مظاہرعلوم [رجسٹرڈ] سہارن پور) نے بھی کچھ سوانحی تذکرہ کیا ہے۔ حضرت تھانویؒ اور مولانا کیرانویؒ کے درمیان ’’ترجیح الراجح‘‘ کی مکاتبت کے خطوط جناب محترم مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

(۱۶) حضرت تھانویؒ نے یہ تعبیر مفسر حل القرآن کے لیے ’’جامع فضائل علمیہ وعملیہ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی‘‘ اور مؤلف ’’سیرۃ المصطفیٰ‘‘ کے لیے ’’جامع کمالاتِ علمیہ وعملیہ مولوی حافظ محمد ادریس کاندھلوی‘‘ اور مترجم وناظم مناجاتِ مقبول کے لیے بھی

''جامع کمالاتِ علمی وعملی مولوی عبدالواسع صاحب مرحوم سعد پوری دربھنگوی'' استعمال کی ہے،خوش قسمتی سے مولانا کیرانویؒ کوحضرت تھانویؒ کے پاس کافی وقت ملا،جس سے انھوں نے بہت فائدہ اٹھایااور بڑا کام کیا۔واللہ یختص برحمتہ من یشآء

ایں سعادت بزور بازو نیست ❖ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

وفات

غالباً بہ عمر چھیاسٹھ سال ربیع اول ۱۳۶۶ھ/ جنوری ۱۹۴۷ء میں آپ کا وصال ہوا، اپنے وطنِ مالوف کیرانہ میں مدفون ہوئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

حسرت

حضرت مولانا مفتی مجدالقدوس خبیب رومی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا کیرانوی رحمہ اللہ کا جو علمی وتحقیقی تذکرہ واعتراف اپنے والدمحترم سے احقر نے سنا تھا اور انھوں نے اپنے والد بزرگوار سے، اس کی بناء پر اُن کے مزار کی زیارت کا خیال آتا تھا؛ چناں چہ ایک موقع پر مولانا راشد صاحب کاندھلوی کے ہمراہ کیرانہ جانا ہوا، تو وہاں مولانا کے بھتیجے توفیق احمد صاحب علوی مرحوم سے مولانا کے مزار کی زیارت کا خیال ظاہر کیا، انھوں نے اپنے ساتھ لے جاکر ایک کھیت کے سامنے کھڑا کردیا اور اشارہ کرکے کہا کہ: بس یہیں کھیت میں ان کی قبر تھی، یہ منظر دیکھ اور سن کر ہم دونوں دم بخود رہ گئے اور حیرت وحسرت کی ملی جلی کیفیت میں گم ہوگئے،سورۂ فاتحہ،سورۂ اخلاص،سورۂ تکاثر پڑھ کر ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی توفیق ملی۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ.

صاحبِ کمالاتِ علمیہ

مولوی حبیب احمد علوی محقق کیرانویؒ

ابوالقلم حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ رحمہ اللہ
سابق مفتی شہر آگرہ

ایک وسیع النظر محقق اور فقیہ تھے، اُن کی وسعتِ نظر کی وجہ سے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیفات پر نظر ثانی اور تحقیق مزید کے لیے با معاوضہ مقرر فرما دیا تھا۔ ان کی وسعتِ نظر کے اس کمال کو ان کی ضرورت سے بڑھی ہوئی صاف گوئی اور بے باکی نے داغ دار بنا دیا تھا، جس کی بہت سی مثالیں ہیں؛ مگر یہاں صرف دو ایک ہی کو پیش کر دینا کافی ہوگا، حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ کے معاملہ سے متعلق اُن کا یہ تبصرہ وفقرہ نقل کیا گیا ہے کہ: ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ جنگ دنیا کے لیے تھی، دین کے لیے نہیں تھی''۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ نے ان کی اس تعبیر کو ناپسند فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ اِس بات کو ان الفاظ میں بھی کہہ سکتے تھے کہ: ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حکومت واقتدار کے لیے اقدامِ جنگ کیا تھا''۔

راقمِ سطور نے بھی اپنی ایک تحریر میں شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت فی سبیل اللہ کے بجائے من قتل دون عرضہ کے تحت شہادت قرار دیا ہے، ان کی شہادت سے متعلق معین کاشانی شیعی کا یہ شعر مشہور ہے ؎

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

بالکل خلافِ حقیقتِ واقعیہ اور خالص قسم کی بیجا عقیدت مندی کی منہ بولتی تصویر ہی کہا جائے گا؛ کیوں کہ واقعۂ کربلا کی صحیح روایات میں واقعہ کا یہ موڑ یقینی طور پر ملتا ہے کہ حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر بیعت کے لیے تیار ہوگئے تھے کہ اُن جیسی معزز اور اہم شخصیت کے لیے یہی صورت قابلِ قبول ہوسکتی تھی۔ امیرالمؤمنین کے کسی نائب یا نمائندہ کے ہاتھ پر بیعت کے لیے اصرار کرنا اور اسی نفسانی مطالبہ پر انہیں شہید کردینا کسی طرح صحیح و درست نہیں کہا جاسکتا، اس موقع پر مشہور مسلم سیاسی رہنما محمد علی جوہر صاحب کے اس مشہور شعر پر بھی ذرا غور کرلیا جائے، وہ فرما گئے ہیں ؎

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سوال یہ ہے کہ تاریخِ اسلام میں کتنی کربلائیں ہوئیں؟ واقعۂ کربلا تو صرف ایک بار ۶۰ھ میں پیش آیا تھا، نہ اس سے پہلے کوئی سانحۂ کربلا ہوا، نہ اُس کے بعد کربلا میں کوئی جنگ ہوئی، تو ''ہر کربلا'' کہنا کیسے صحیح ہوگا؟

دوسری بات یہ کہ یہ جنگ کفر و اسلام کی جنگ کب تھی؟ یہ جنگ تو صرف حکومت وانتظام ہی کی جنگ تھی؛ کیوں کہ جنگ کے دونوں فریق مسلمان ہی تھے۔ ایسی ہی جنگ اس کے علاوہ عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوئی تھی، جیسے وہ جنگ کفر و اسلام کی جنگ نہیں تھی، اِسی طرح یہ جنگ بھی کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی، جسے روافض نے غلط طور پر کفر و اسلام کی جنگ ٹھہرا کر عاشورا میں کھچڑے کھانے اور جاڑوں میں بھی شربت پینے کا احمقانہ بندوبست کردیا اور ناواقف سنی آسانی سے بے وقوفی کا شکار ہوگئے۔

اوپر مذکور مشہور فارسی شعر کے شاعر کا نام معین الدین کاشانی ہے، غلط طور پر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے سنیوں کے زباں زد اشعار میں شامل کردیا گیا ہے۔

مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ سے احقر نے دریافت کیا تھا کہ شیعوں کے متعلق آپ کے کیا تحقیق ہے؟ فرمایا کہ: مَیں اُنہیں کافر سمجھتا ہوں، مَیں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ علی الاطلاق اُن کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں، برجستہ فرمایا کہ مَیں نے اُن کی کتابیں دیکھی ہیں، حضرت نے نہیں دیکھیں!

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کی شہرت جس انداز میں لوگوں تک پہنچی ہوئی تھی اُس انداز میں اُن کے قائل ومعترف بالکل نہیں تھے، فرماتے تھے کہ لوگ انہیں متبحر عالم کہتے ہیں، یہ ایک لحاظ سے توٹھیک ہے؛ لیکن فی الحقیقت صحیح نہیں ہے۔ ایک متبحر تو مچھلی ہوتی ہے اور دوسرا متبحر سوکھا کدو بھی ہوتا ہے، وہ بھی دریا میں تیرتا رہتا ہے؛ لیکن حقیقی متبحر تو مچھلی ہوتی ہے۔ شاہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے معنیٰ میں متبحر سمجھتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جتنے وسیع النظر اور جتنی قوتِ حفظ کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے محقق کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے ہی عمیق النظر اور فقیہ النفس قسم کے آدمی تھے؛ چناں چہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جملہ تصنیفات اور تالیفات خصوصاً تفسیر وحدیث اور فقہ وفتاویٰ سے متعلق نقد ونظر کے لیے مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر و مامور فرمایا تھا؛ چناں چہ وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سرِ فہرست محقق معتمد تھے۔

ربیع الاوّل (بارہ وفات) کے مہینہ میں حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خصوصی مزاج وذوق کے تحت ''مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' پر مشتمل نظم واشعار پڑھتے ہوئے ''مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا جلوس نکالنا شروع کیا، روافض نے اس کے بالمقابل ضد میں ''قدحِ صحابہ'' اور تبرا پر مشتمل جلوس نکالنا شروع کر دیا، دونوں جلوسوں میں مقابلے بازی اور جنگ شروع ہوگئی، تھانہ بھون سے ''جلوسِ مدحِ صحابہؓ'' کے خلاف فتویٰ شائع ہوا، مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کا رَد شائع کیا تو مولوی حبیب احمد

علوی کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا رَدشائع کیا۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ جب کانپور بغرض علاج تشریف لائے وہ اُسی دَور کا سفر تھا، حضرت کے علم میں جب اس رَدوقدح کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ اگر مَیں نے بھی یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا تو اِسی میں لگا رہتا اور کوئی دوسرا کام نہ ہوسکتا۔

''تفسیر حل القرآن'' مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت جامع مانع تفسیر اُردو میں ہے، جو حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کی فرمائش پر تحریر فرمائی گئی تھی، اِس میں فرقِ ضالہ و مضلہ روافض، غلمد یہ، نیاچرہ، اہلِ بدعت کے افکار کی قاعدے سے خبر لی گئی ہے۔ اِس کا مقدمہ خاص طور پر قابلِ دید اور یادگار ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَحْسَنَ الْجَزَاء

مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند میں سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مودودی صاحب کے آزاد اجتہاد کا نوٹس لیا اور انہیں بروقت نقد رسید دی تھی جو رسالہ ''کشف المغالطات'' وغیرہ کے نام سے اُسی زمانہ میں شائع ہوا تھا۔ احقر کو زمانہ طالبِ علمی میں مولانا موصوف سے کتب خانہ امدادالغرباء سہارن پور اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں ملاقات پر خصوصی استفادہ کا موقع ملا۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

(یادوں کے چراغ)

مفتاحِ مثنوی جامع فضائل علمیہ وعملیہ مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ جو فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فیض یافتہ، محدث فقیہ حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹویؒ کے تلمیذ رشید، شیخ العالم امیرِ مالٹا حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگرد رشید، امام المعقولات علامہ فضلِ حق خیرآبادیؒ سے مستفید اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے محقق معتمد ومعاونِ خصوصی تھے۔ (مجد)

مکتوباتِ علمیہ

ازمولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ

بنام شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

مرتبہ: حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری رحمہ اللہ

سوال ۵۳

محترم بندہ زیدت مکارمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اِس وقت ایک تکلیف دیتا ہوں، اُمید ہے کہ آپ اُس کو گوارہ فرمائیں گے، گو مجھے آپ کی مشغولی کا علم ہے؛ مگر جو تکلیف مَیں دینا چاہتا ہوں وہ بھی ایک علمی خدمت ہے، جس کو آپ گوارا فرمالیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کوکب درّی (ج/۱،ص/۴۰) میں ہے: ’’أمّا الإمام الهمام فقد ذهب إلیٰ أن الأمر موقوف إلیٰ رأي من ابتلیٰ به؛ فإن ظنه نجسًا کان نجسًا وإن طاهرًا فطاهرًا‘‘ مجھے کتبِ حدیث میں اِس کی کوئی سند نہیں ملتی۔ آپ نے حاشیہ میں درمختار وغیرہ سے اس کی سند پیش کرنی چاہی ہے؛ مگر اس سے تشفی نہیں ہوئی؛ کیوں کہ درمختار وغیرہ کی تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ اگر ماءِ راکد میں ایک جانب نجاست واقع ہوجائے تو وہ جانب تو ناپاک ہوجائے گی؛ لیکن دوسری جانب کی طہارت ونجاست میں رائے مبتلیٰ بہ کا اعتبار ہوگا، اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ نجاست کا اثر اس طرف پہونچ گیا ہے تو وہ جانب بھی ناپاک ہوگی؛ ورنہ نہیں، سو اِس مضمون سے مذکورہ بالا دعوی کی تائید نہیں ہوتی۔

(۲) ص:۴۲ میں ہے: فنقول إنه (حدیث القلّتین لایضر مذهب الإمام شیئًا؛ فإنه مذهبه رضي الله عنه أن الماء إذا کان أقلّ من قلتین ولم یقتض رأي المبتلیٰ بتنجسه بوقوع شيء من النجاسات فیه لم یحکم بنجاسة،

فضلًا عمّا إذا کان الماء قلّتین. اس کی بھی کتبِ مذہب میں کوئی تائیدنہیں ملتی، اِس کے علاوہ **أقلّ من قلتین** کونجس نہ کہنا خود **إذا بلغ الماء قلّتین** کے خلاف ہے۔

(۳) اسی صفحہ میں ہے: **وقد جربه الأستاذ العلامة حین قرأتنا تلك الروایات، فکان قلّتا الماء قدر غدیر لایتحرك أحد طرفیه بتحریك الطرف الأخر وکان نحو من ستة أشبار في مثلها.** اِس میں چھ بالشت چوڑے گڑھے کو غدیرِ عظیم سے تعبیر کرنا نہایت حیرت انگیز ہے، پھر قلتین کے لیے چھ بالشت لمبے، چھ بالشت چوڑے گڑھے کی بھی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ اگر گہرائی زیادہ کردی جائے تو قلتین اس سے بھی کم میں سما جاوے گا؛ لہٰذا اس کو بھی پاک ہونا چاہیے اور عدمِ تحرک طرفِ آخر کی قید بھی لغو ہونی چاہیے۔

(۴) اسی صفحہ میں ہے: **لایذهب علیك أن التحرك المعتبر أنما هو التحرك الذي ینشأ في الجانب الأخر ویسریٰ إلیه معاً لاالتحرك الناشي بالتموج وتدریجاً.** اس میں اشکال یہ ہے کہ تحرک جانبِ آخر تموج ہی کے ذریعہ سے ہوگا غایت مافی الباب یہ کہ جتنا پھیلاؤ کم ہوگا، اسی قدر تموج اسرع ہوگا اور جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر ابطاء ہوگا، پھر اس عبارت کے کیا معنیٰ ہیں؟ اس کے علاوہ جن لوگوں نے تحرک طرفِ آخر کا اعتبار کیا ہے اُنہوں نے طرفِ آخر کی طہارت ونجاست کے لیے کیا ہے نہ کہ اس جانب کی طہارت ونجاست کے لیے جس جانب وہ نجاست واقع ہے، اگر اس جانب کو بھی پاک رکھا جائے تو پھر اس کی ضرورت ہی نہیں، تحرک جانبِ آخر ہو یا نہ ہو۔

(۵) جب کہ حدیث میں ''**إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خُبُثًا**'' ہے، تو پھر مبتلیٰ بہ کی رائے کا شارع کے مقابلہ میں اعتبار کرنے کے کیا معنیٰ؟ یہ اشکالات ہیں، جو مجھے اِس بحث کے مطالعہ سے پیش آئے ہیں، براہِ مہربانی ان کے جوابات سے ممنون فرمایا جاوے۔ ایک بات اور یاد آگئی، وہ یہ کہ اگر امام صاحب کا مذہب حدیثِ قلتین کے موافق؛ بلکہ اس سے بھی اوسع ہو، تو مسائلِ بیر کا کیا جواب ہوگا؟ کیوں کہ کوئی کنواں ایسا نہیں

ہوگا جس میں قلتین سے کم پانی ہو، پھر وقوعِ نجس سے اس کے تنجس کے کیا معنیٰ ہوں گے؟ یہ مسائل تو مسائلِ مذہب ہی ہیں، بعد کے فقہاء کی تخریجات نہیں ہیں، بینوا توجروا۔

المکلف آپ کا نیازمند

حبیب احمد علوی کیرانوی، مدرسہ جامع العلوم کانپور

جواب

مکرم محترم بندہ زادت مکارمکم! بعد سلام مسنون گرامی نامہ موجبِ منت ہوا۔ آپ جیسے محقق کے اشکالات کے جوابات مجھ جیسے بے بضاعت کے لیے کوئی سہل چیز نہیں، پھر کوکب کی عبارت میرے اور آپ کے لیے برابر ہے۔ بہر حال تعمیل حکم میں ماحضر پیش کرتا ہوں۔

(۱) بندہ کے ناقص خیال میں کوکب اور درمختار کی عبارت کا مآل ایک ہی ہے، کوکب کا مقصد بھی ماءِ راکد میں تاثیر ملاقی کا بیان کرنا ہے، جو شروع باب سے مذکور ہے اور ص:۱۴، سطر:۷ کی عبارت مالکیہ کے مذہب کے بیان میں اس کی تائید ہے اور فقہاء نے جو علی الاطلاق ظاہر الروایۃ میں رائ مبتلیٰ بہ پر مدار رکھا ہے جس کو بحر رائق وسعایہ میں کثرت سے نقل کیا ہے، ان سب کا حاصل میرے خیال میں ایک ہی ہے کہ نجاست کی ملاقات وتاثیر میں رائے مبتلیٰ بہ کا اعتبار ہے، کوئی تحدید نہیں ہے، یہی مقصد بظاہر کوکب درّی کا ہے، کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے، جس کے لیے خصوصی تصریح کی ضرورت ہو۔

(۲) یہ اشکال بھی واضح نہیں ہوا جب کہ مدار رائے مبتلیٰ بہ پر ہوا، تو اس صورت میں کس تصریح کی ضرورت باقی رہ گئی۔ رہا حدیثِ قلتین کے خلاف ہونا، سو حنفیہ کا مذہب حدیثِ قلتین پر ہے ہی نہیں، ان کے نزدیک پانی میں نجاست کے سرایت پر مدار ہے، جو کبھی قلتین سے کم میں بھی سرایت نہیں کرتی، بوجہ اس کے عریض ہونے کے اور کبھی قلتین سے زیادہ میں سرایت کر جاتی ہے، بوجہ اُس کے عمق اور قلتِ عرض کے۔

(۳) یہ اشکال تو جب ہوتا جب کوکب میں قلتین پر مدار رکھا ہوتا، اُس وقت تو یہ

کہا جاسکتا تھا کہ گہرائی زیادہ ہوجائے تو چھ بالشت سے کم میں بھی آجاتا ہے؛ لیکن جب مدارِ عدمِ تحریک جانبِ آخر ہے تو گہرائی والی صورت سے اشکال کیسے ہوسکتا ہے۔

جناب کا یہ ارشاد کہ اس مقدار کو غدیرِ عظیم کہنا حیرت انگیز ہے، اس میں اگر غدیرِ عظیم کا لفظ فقط ہوتا تب تو حیرت تھی؛ لیکن جب اس کا مفہوم **لایتحرك أحد طرفیه** سے واضح کردیا تو پھر کیا اشکال رہا؟ مقصد تو بظاہر یہ ہے کہ تجربہ نے بتلادیا کہ چھ بالشت کی مقدار میں بھی تحریک جانبِ آخر نہیں ہوتی، تو پھر اس سے زیادہ اگر چوڑائی ہو تو بطریقِ اولیٰ تحریک نہیں ہوگی چہ جائے کہ دَہ دردَہ ہو۔

(۴) یہ فقہاء کی تصریحات ہیں کہ تموج سے تحریک کا اعتبار نہیں ہے، سعایہ میں بدائع اور محیط سے نقل کیا ہے: **اتفقت الروایات عن أصحابنا المتقدمین أنه یعتبر بالتحریك وهو أن یرتفع ویخفض من ساعته لابعد المكث**. اس صورت میں کوکب کی عبارت میں کیا اشکال ہے؟ اس کے علاوہ جانبِ نجاست کو تو کوکب میں پاک نہیں بتایا گیا۔

(۵) جب کہ حدیث میں قلتین وارد ہے تو رائے مبتلیٰ بہ کا اعتبار کیوں کیا گیا؟ اس کی وجہ بظاہر تو یہ ہی ہے کہ حدیثِ قلتین حنفیہ کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے؛ البتہ حنفیہ کے قول کے موافق اس کا محمل نکل سکتا ہے، جس کی توجیہ کوکب میں کی ہے، مسائلِ بیر پر اشکال تو جب ہوتا جب حنفیہ مطلقاً قلتین کے قائل ہوتے، مسائلِ بیر تو خود حنفیہ کے دلائل میں سے ہیں اور قائلینِ قلتین پر حجت ہیں کہ کوئی کنواں بھی قلتین سے کم نہیں ہوتا، بحر رائق کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ آئندہ کے لیے یہی درخواست کروں گا کہ جواب مَیں اگرچہ نہ دے سکوں؛ لیکن اشکالات سے ضرور مفتخر فرمادیں۔

صدارتِ تدریس کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

بندہ محمد زکریا سہارن پور

۸؍صفر ۱۳۶۲ھ

(مکتوباتِ علمیہ)

مولوی حبیب احمد علوی کیرانویؒ

ولادت کیرانہ ضلع مظفرنگر

از: مولانا اسیر ادروی

متعدد مدارس میں تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد مدرسہ یوسفیہ مینڈھو ضلع علی گڈھ میں صدر المدرسین تھے، ۱۳۳۴ھ میں مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں مدرس ہوئے، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں لمبے عرصے تک رہے؛ چوں کہ بہت ہی ذی استعداد اور ذہین وفطین تھے اور مطالعہ بہت وسیع تھا؛ اِس لیے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کو اپنا معاون بنالیا تھا، ''حوادث الفتاویٰ، ترجیح الراجح، بہشتی زیور''، ''تفسیر بیان القرآن'' اور ''امداد الفتاویٰ'' پر مولانا تھانوی کے حکم سے نظر ثانی کی، بہت سے اضافے کیے اور اصلاحات کیں، ضمیمے اور تتمے لکھے اور ۱۳۳۴ھ ہی میں آپ نے مولانا تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' پر حواشی لکھے، ۱۳۶۱ھ تک ان کے مضامین اہم موضوعات پر رسالوں میں شائع ہوتے رہے، مستقل تصانیف بھی آپ کی یادگار ہیں، بالخصوص ان کی تفسیر ''حل القرآن'' اُردو کی بہترین تفسیروں میں شمار کیے جانے کے لائق ہے۔ یہ تفسیر ۱۶۵۰ رصفحات پر مشتمل ہے اور مولانا تھانویؒ نے اس کو حرفاً حرفاً دیکھا اور پڑھا ہے اور ان کی رائے تفسیر کے ساتھ ہی چھپی ہے، شیعوں اور قادیانیوں کے رَد میں دو کتابیں اُن کے قلم سے ہیں، چھوٹے چھوٹے کئی رسالے بھی اہم مسائل پر لکھے ہیں۔

وفات ربیع الاوّل ۱۳۶۶ھ جنوری ۱۹۴۷ء (مدفن: کیرانہ)

(تذکرہ مشاہیر ہند کاروانِ رفتہ)

فہرست

تصنیفات وتالیفات

(حضرت العلام مولوی حبیب احمد علوی محقق کیرانوی نور اللہ مرقدہٗ)

(۱) حل القرآن۔
(۲) فوائد فی علوم الفقہ۔
(۳) الاتقاد من التشبيهات في إيقاد المكروه من الطلقات۔
(۴) الدين القيم رسالة مستقلة في الاجتهاد والتقليد من إعلاء السنن۔
(۵) کتاب البیوع من إعلاء السنن۔
(۶) امداد السائل ترجمہ اُردو مأۃ مسائل۔
(۷) إتمام الكلام في تحقيق حكومة الإسلام۔
(۸) تمہید فتویٰ گاؤکشی۔
(۹) فتویٰ گاؤکشی۔
(۱۰) تنقید بر حقوق الزوجین۔
(۱۱) كشف اللثام عن وجه الكشف والإلهام۔
(۱۲) احوال الصادقین ترجمہ تنبیہ المغترین۔
(۱۳) کلام الملوک۔
(۱۴) امیر الروایات۔
(۱۵) اسلام کی اصلی تصویر۔

(۱۶) التحقیقات المفیدہ۔

(۱۷) التوضیح المزید۔

(۱۸) ایک اہم مغالطہ۔

(۱۹) ایک تبلیغی خط۔

(۲۰) ایک مکتوب در تحقیق روایت۔

(۲۱) تنبیہ نافع۔

(۲۲) جوابِ استفتاء متعلق بتکفیرِ اکابرِ حق۔

(۲۳) **ارشاد المسلمین إلیٰ مصالح الدنیا والدین۔**

(۲۴) تفسیر آیتِ تطہیر۔

(۲۵) کشف المغالطات۔

(۲۶) تنقید حدیثِ کساء۔

(۲۷) تمہید حرز الایمان۔

(۲۸) حرز الایمان۔

(۲۹) حقیقت التشیع کسوٹی کی کسوٹی۔

(۳۰) دفع الخناس بر نقض الوسواس۔

(۳۱) سوط العذاب الاکبر۔

(۳۲) الہاماتِ مرزا۔

(۳۳) اظہار البطلان لدعویٰ مسیح قادیان۔

(۳۴) حفاظتِ اسلام (یہ مضمون اخبار مشرق ۳۱رمئی ۱۹۲۸ء کو شائع ہوا تھا)

(۳۵) صغرسنی کی شادی اور شریعتِ اسلام (صدیق جدید لکھنؤ)۔

❑❖❑

صاحب حل القرآن مفتاحِ مثنوی جامع فضائل علمیہ وعملیہ مولوی حبیب احمد علوی کیرانوی ؒ جو فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے فیض یافتہ، محدث فقیہ حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹوی ؒ کے تلمیذ رشید، شیخ العالم امیرِ مالٹا حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی ؒ کے شاگرد رشید، امام المعقولات علامہ فضل حق خیر آبادی ؒ سے مستفید اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے محقق معتمد و معاونِ خصوصی تھے۔ (مجد)

قطعہ برائے اشاعت عمدہ سوانح مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی ؒ

۲۰۲۴ء

سب کی مدت کی تمنا اب ہوئی ہے مستجاب
ہو مبارک طبعِ اوّل تذکرہ لاجواب
ختم شیدا اپنا "مضموں" یوں کرو تم باصواب
۹۳۶
حضرت کیرانوی ؒ کی ہے سوانح مستطاب
۲۳۸۷

۹۳۶-۲۳۸۷ = ۱۴۴۵ھ

نتیجہ فکر۔۔۔از

العبد المانوس شرف القدوس وقی اللہ المجید البوس

۱۴۴۵ھ

HAKEEMUL UMMAT ACADEMY
Moh. Ghair, Thana Bhawan- 247777, Distt. Shamli, U.P.
Mobile: 9568780000 | 9675780000
email: hakeemulummatacademy@gmail.com

MAULANA ASHRAF ALI THANVI FOUNDATION TRUST
A/c No.: 00311132000493 IFSC: PUNB0402300
Branch : PNB,Thanabhawan (Shamli) U.P.